**خاطرات**

محمد عمار خان ناصر

# اسلامی شریعت اور حلالہ

ہمارے معاشرے میں دین وشریعت کے غلط اور مبنی بر جہالت فہم کے جو مختلف مظاہر پائے جاتے ہیں، ان میں سے ایک، حلالہ کی رسم ہے۔ مروجہ رسم کے مطابق حلالہ کا تصور یہ ہے کہ اگر شوہر، بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو اب ان کے اکٹھا رہنے کے جواز کے لیے شرط ہے کہ عورت، عارضی طور پر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، اس سے جسمانی تعلق قائم کرے اور پھر طلاق لے کر پہلے شوہر کے پاس واپس آ جائے۔ یعنی اس میں دو تین چیزیں پہلے سے طے ہیں: ایک یہ کہ یہ دوسرا نکاح وقتی اور عارضی مدت کی نیت سے ہوگا۔ دوسرا یہ کہ اس کا مقصد ہی پہلے شوہر کے لیے عورت کو حلال کرنا ہے۔ اور تیسرا یہ کہ اس سارے عمل میں عورت کی مرضی کی کوئی اہمیت نہیں، اسے بس ایک بتایا گیا پروسیجر پورا کر کے بہر حال پہلے شوہر کے پاس واپس آنا ہے۔

اسلامی شریعت میں حلالہ کے اس تصور کی کوئی بنیاد نہیں۔ شریعت میں جو قانون دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ اگر شوہر دو دفعہ بیوی کو طلاق دینے کے بعد رجوع کر چکا ہو اور پھر تیسری مرتبہ بیوی کو طلاق دے دے تو اب وہ رجوع نہیں کر سکتا اور تیسری طلاق کے بعد وہ دونوں، میاں بیوی کے طور پر اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ عورت اب کسی دوسرے مرد سے ہی نکاح کرے گی اور یہ نکاح ہرگز عارضی تعلق کی نیت سے اور پہلے شوہر کے لیے عورت کو حلال کرنے کے ارادے سے نہیں ہوگا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نیت سے نکاح کرنے والے اور پہلے شوہر، جس کے لیے نکاح کیا جا رہا ہے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور عارضی نکاح کرنے والے کو کرایے کے سانڈ سے تشبیہ دی ہے۔ اس طرح کا مقدمہ سامنے آنے پر سیدنا عمر نے دوسرے شوہر کو سخت زجر وتوبیخ کی اور اسے پابند کیا کہ اب وہ اس نکاح کو قائم رکھے۔ نیز یہ کہ اگر اس نے پہلے شوہر کے لیے عورت کو حلال کرنے کی غرض سے اسے طلاق دی تو اسے بدکاری کی پاداش میں سنگسار کیا جائے گا۔ جمہور فقہائے اسلام حلالہ کی نیت سے کیے گئے نکاح کو منعقد ہی نہیں مانتے اور نہ اس کی بنیاد پر عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال قرار دیتے ہیں۔ صرف حنفی فقہاء نے ایک فقہی نکتے کی بنیاد پر اس طریقے کو اصولاً واخلاقاً ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف قانونی اثرات کی حد تک معتبر تسلیم کیا ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہے کہ شریعت میں دراصل، عورت کو پہلے شوہر کے لیے حلال کرنے کا کوئی طریقہ تجویز نہیں

کیا گیا، بلکہ تیسری طلاق کے بعد دونوں کے اکٹھے رہنے پر پابندی عائد کی ہے اور عورت سے کہا ہے کہ اب وہ کسی دوسرے مرد کے ساتھ ہی زندگی گزارے۔ البتہ اگر کسی وجہ سے اتفاقاً دوسرے شوہر سے بھی علیحدگی ہو جائے اور عورت اپنی آزادانہ مرضی سے دوبارہ پہلے شوہر کے نکاح میں جانا چاہے اور دونوں کو یہ اطمینان ہو کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہتے ہوئے رشتہ نکاح کو نباہ سکیں گے تو ایسی صورت میں شریعت انھیں دوبارہ نکاح کی اجازت دیتی ہے۔ اس طریقے کا، جیسا کہ واضح ہے، حلالہ کے مروجہ طریقے سے کوئی تعلق نہیں جو سرتا سر جہالت اور حرام حیلوں پر مبنی طریقہ ہے۔ اس میں شوہر کی غلطی کی سزا بیوی کو دی جاتی ہے جو غیر منصفانہ بھی ہے اور عورت کی تذلیل بھی۔

البتہ یہاں یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ تیسری طلاق کے بعد شریعت میں مرد اور عورت کو اکٹھا رہنے سے کیوں روکا گیا ہے؟ اس کی حکمت عموماً یہ بتائی جاتی ہے کہ اس پابندی کے ذریعے سے، شوہر سے بیوی کو اذیت پہنچانے کا ایک ہتھیار چھین لیا گیا ہے، کیونکہ اگر شوہر کو طلاق دینے کے بعد عدت کے اندر بیوی سے رجوع کر لینے کا لامحدود اختیار حاصل ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ نہ تو اپنی ناپسندیدہ بیوی کو مکمل حقوق کے ساتھ نکاح میں رکھے گا اور نہ اسے بندھن سے آزاد کرے گا تاکہ وہ کسی دوسرے سے نکاح کر لے۔ گویا زمانہ جاہلیت کے غیر اخلاقی طرز عمل کے تناظر میں شریعت میں شوہر پر یہ پابندی عائد کر دی گئی کہ وہ طلاق کے بعد رجوع کا حق صرف دو مرتبہ استعمال کر سکتا ہے، تیسری مرتبہ طلاق دینے پر اسے یہ حق حاصل نہیں ہوگا۔

یہ حکمت جزوی طور پر درست معلوم ہوتی ہے، لیکن اس سے حکم کی مکمل توجیہ نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ حکم کے مطابق پابندی صرف شوہر کے رجوع کرنے پر نہیں، بلکہ میاں بیوی کے اکٹھا رہنے پر عائد کی گئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر خود عورت بھی بدستور اس شوہر کے نکاح میں رہنے پر راضی ہو، تب بھی اس کی گنجائش نہیں اور عورت کو بہر حال کسی دوسرے آدمی سے ہی نکاح کرنا پڑے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پابندی صرف عورت کو ضرر سے بچانے کے لیے نہیں لگائی گئی، بلکہ اس میں کوئی دوسرا پہلو بھی ہے۔ ہماری رائے میں اس پابندی سے رشتہ نکاح کے تقدس کے حوالے سے شریعت کی مخصوص حساسیت کا اظہار ہوتا ہے۔ شریعت کی نظر میں یہ رشتہ محض مادی یعنی جسمانی وسماجی ضروریات کے پہلو سے اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ اسے ایک خاص طرح کا روحانی تقدس بھی حاصل ہے جو یہ تقاضا کرتا ہے کہ انسان اس رشتے کو معمولی سمجھتے ہوئے غیر سنجیدہ اور لاابالی قسم کا رویہ اختیار نہ کرے۔ انسانی نفسیات میں اس حساسیت کو زندہ رکھنے کے لیے ناگزیر ہے کہ اس رشتے کو قائم کرنے اور اسے ختم کرنے کے ضمن میں اس نوعیت کی کچھ پابندیاں عائد کی جائیں۔ شریعت کا منشا یہ ہے کہ نکاح کا رشتہ خوب سوچ سمجھ کر قائم کیا جائے اور ہمیشہ قائم رکھے جانے کے عزم کے ساتھ وجود میں لایا جائے۔ اگر کسی وجہ سے نباہ نہ ہو سکے تو اسے ختم کرنے کا فیصلہ بھی پوری طرح سوچ سمجھ کر اور اسی صورت میں کیا جائے جب موافقت اور ہم آہنگی کے امکانات بالکل ختم ہو جائیں۔ یہاں تک کہ طلاق دینے کا فیصلہ کیا جائے تو بھی ایک مخصوص مدت کے اندر فیصلے پر نظر ثانی کی گنجائش باقی رکھی گئی ہے، تاہم مذکورہ زاویہ نظر سے شریعت کی منشا یہ ہے کہ نظر ثانی کی گنجائش لامحدود نہیں، بلکہ محدود اور کچھ شرائط کے ساتھ مشروط ہو تاکہ طلاق کے حوالے سے غیر